مظہر الدین صدیقی

وحی والہام

ہر ترقی یافتہ شے ابتداءً ایک ناقص، نامکمل اور ادنیٰ صورت سے شروع ہو کر بتدریج اپنے منتہائے کمال کو پہنچتی ہے لیکن اس کی ابتدائی صورت اور ترقی یافتہ حالت کے مابین کوئی نوعی فرق نہیں پایا جاتا ہے، یعنی اپنے منتہائے کمال پر پہنچنے کے بعد بھی وہ شے وہی رہتی ہے البتہ اس میں نئی نئی وسعتیں، گہرائیاں اور امتیازات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس معنے کر کے ہر وجود متغیر بھی ہے اور ابدی بھی۔ مذہب بھی ابتداءً کائنات کے ناقص تصورات اور توجیہہ و تعلیل کے غیر حکیمانہ طریقوں سے شروع ہوا۔ اپنی ابتدائی حالت میں وہ رسم پرستی اور اوہام و روایات کی آمیزش سے ملوث تھا اس کے انداز بیان میں افسانویت اور ڈرامائی کیفیت تھی۔ وہ زندگی کے فلسفیانہ حقائق اور عمومی قوانین کو مجرد تصورات کے ذریعہ نہیں بلکہ مادی اور محسوس حقیقتوں کے ذریعہ ظاہر کرتا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ اس میں ترقی ہوتی گئی۔ اوہام و خرافات کے عناصر میں کمی ہونے لگی۔ افسانوی طرز بیان کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں فلسفیانہ کلام بھی شامل ہو گیا۔ تشبہ اور تجسم (ANTHROPOMORPHISM) کی جگہ خدا کا تنزیہی تصور (TRANSCENDENTAL CONCEPTION) غالب آتا گیا۔ یہاں تک کہ جب انسانیت سنّ رشد کو پہنچی تو اس کا مذہب بھی ایک ترقی یافتہ نظام فکر کی صورت میں نمودار ہوا۔ مخالفین مذہب اس کی ابتدائی اور ناقص صورتوں سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ مذہب ہمیشہ سے سائنس اور علم و حکمت کا دشمن رہا ہے اور اس نے اوہام پرستی اور روایات پرستی میں انسان کو مبتلا کر کے اسے ارتقائے فکری کی بلند تر منازل تک پہنچنے سے روک دیا ہے۔ لیکن مذہب کے دشمنوں کو یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ خود علوم و فنون اور سائنس و حکمت نہایت ابتدائی اور ناقص صورتوں سے ترقی کر کے موجودہ منزل تک پہنچے ہیں۔ ہمارا موجودہ علم ہندسہ، قدیم مصری فلاحین اور اہرام مصر کے معماروں کے ناقص تجربات کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ ہمارا موجودہ علم ہیئت کلدانیوں کی کواکب پرستی سے شروع ہوا تھا۔ ہمارے تاریخی علوم انہی خرافات و روایات کی پیداوار ہیں۔ جن کے ذریعہ قدیم انسان اپنے ماضی کے واقعات محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ ہماری جدید کیمیا انہیں مہمل اور بے سود کوششوں سے وجود میں آئی ہے جو آب حیات کی تیاری اور دھاتوں کو سونے میں تبدیل کرنے کی غرض سے عرصۂ دراز تک جاری رہیں۔ غرضیکہ آج جو علوم و فنون تہذیب کا مایۂ ناز ہیں وہ بھی اپنے آغاز و ابتدا میں نہایت ادنیٰ اور ناقص تجربات سے ماخوذ تھے۔ اگرہم

ان علوم و فنون کی قدر و قیمت سے محض اس بنا پر انکار نہیں کر سکتے ہیں کہ ان کی ابتدار نہایت سادہ اور ناقص تھی، تو ہم حیاتِ اجتماعی کے اس علم کی قدر و قیمت کے کیونکر منکر ہو سکتے ہیں جسے مذہب کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مذہبی تصورات نے بھی ایک ابتدائی اور ناقص حالت سے ترقی کی ہے لیکن جس طرح انسانی شخصیت کے کمال پر اس واقعہ سے کوئی حرف نہیں آسکتا کہ اس کی ابتدار ایک قطرۂ خون سے ہوئی اور اسے شعور کی ادنیٰ ترین منزلوں سے گزرنا پڑا۔ اسی طرح مذہب کی صداقت پر اس امر سے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا کہ اس کا آغاز نہایت خام اور ناقص تصورات سے ہوا تھا۔

یہ تو ظاہر ہے کہ قانونِ ارتقار ایک ہمہ گیر قانون ہے جس کی کارفرمائی سے کوئی شعبۂ زندگی آزاد نہیں ہے۔ مذہبی تصورات و احکام بھی اس عالمگیر قانون کے عمل سے مستثنےٰ نہیں ہیں۔ البتہ مذہبی اصلاح و ترقی اور مذہبی تصورات کی توسیع کے سلسلہ میں قانون ارتقا نے ایک نیا وسیلہ اور اچھوتا طریقہ اختیار کیا۔ جسے مذہبی اصطلاح میں وحی و نبوت یا الہام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ وحی و الہام درحقیقت شعور مذہبی کی وہ کامل ترین شکل ہے جس میں حقیقتِ ازلی اپنی ذات و صفات کا انکشاف کرتی ہے اور جس کے ذریعہ ہر زمانہ کے چند اشخاص اپنے دور کے مذہبی خیالات و اعمال کی توسیع و اصلاح کا کام سر انجام دے کر زمانۂ ماسبق کے مذہبی تصورات کی جگہ مذہب کا ایک بلند تر اور وسیع تر تصور پیش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی نبی نے انبیائے ماسبق کی تعلیمات کی کامل نفی نہیں کی بلکہ اپنے وسیع تر نظامِ فکر میں ان تعلیمات کو جذب کر لیا کیونکہ قانونِ ارتقار کا یہ ایک مسلّمہ اصول ہے کہ اس کے اعلیٰ تر مدارج پست تر منازل سے آگے نکل جانے کے باوجود انہیں اپنی وسعت میں سمو لیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ارتقار کا ہر درجہ تمام سابقہ مدارج کا جامع ہوتا ہے اسی لیے قرآن نے تمام ادیانِ سابقہ کو منسوخ کر دینے کے باوجود ان ادیان کے علمبرداروں کی تصدیق کی اور انبیار و رسل کے درمیان کسی فرق و امتیاز کو گوارا نہیں کیا لا نفرق بین احدٍ من رسلہٖ کی تعلیم اسی حقیقت پر دلالت کرتی ہے۔ بات یہ ہے کہ جن ادیان کو ہم ادیانِ باطلہ قرار دیتے ہیں وہ کسی وقت میں انسان کی روحانی اور تمدنی ضروریات کے کفیل تھے لیکن جب کسی مذہبی شخصیت نے اپنے پختہ تر اور زیادہ ترقی یافتہ مذہبی شعور کے ذریعہ اس منزل سے آگے قدم بڑھایا اور دنیا کو ایک کامل تر مذہبی تصور سے آشنا کیا۔ اس وقت سے تمام سابقہ ادیان ناکارہ اور منسوخ قرار پائے۔ ہر نبی نے وحی و الہام کے ذریعہ جن مذہبی حقائق کا ادراک کیا وہ انبیائے سابق کے مذہبی تصورات و تعلیمات کی بہ نسبت زیادہ جامع اور ترقی یافتہ تھے۔ یہاں پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اگر قانونِ ارتقار کا عمل ہر جگہ یکساں ہے تو زندگی کے دوسرے شعبوں میں جو ترقیات ہوئیں۔ ان میں وحی نے فطرت و الہام کا طریقہ کیوں نہیں اختیار کیا یا یوں کہیے کہ اگر قانون ارتقار نے مذہبی دائرہ میں وحی و الہام اور دیگر شعبوں میں عقل و فکر سے کام لیا تو اس سے ارتقائی عمل کی

یکسانیت میں فرق لازم آتا ہے۔ حالانکہ فطرت کی ہدایت ورہنمائی جسے ہم وحی والہام سے موسوم کرتے ہیں کسی ایک شعبہ حیات کے لیے مختص نہیں ہے۔ دنیا کا کوئی علم اور زندگی کا کوئی شعبہ وحی و الہام کی ہدایت سے مستغنی نہیں ہے۔ اگر فطرت کی رہنمائی انسان کی کوششوں کو صحیح رخ پر نہ لگاتی تو علوم وفنون کے کسی شعبہ میں ترقی ناممکن ہو جاتی ہے۔ اس لحاظ سے ہر علم اور ہر پیشہ الہامی ہے۔ وحی والہام اور عقل وفکر دو متضاد حقیقتیں نہیں ہیں بلکہ فطرتی ہدایت و رہنمائی کی دو مختلف شکلیں ہیں جن میں اول الذکر ایک بلند تر سطح پر کارفرما ہے اور ثانی الذکر ادنیٰ سطح پر۔ لیکن اس کے باوجود ان میں کوئی داخلی تضاد نہیں ہے۔ اسی وجہ سے انبیائے کرام کی تعلیمات میں کوئی بات منافیٔ عقل نہیں ہے بلکہ انسانی فہم وتفکر سے ان کی تصدیق ہوتی ہے۔ فطرت کی ہدایت ورہنمائی کی ادنیٰ ترین شکل حیوانات میں پائی جاتی ہے جسے جبلت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ انسان میں یہی قوت عقل وفکر کی صورت میں جلوہ گر ہوئی۔ لیکن چونکہ انسان ابھی تک حیوانیت کی منزل سے پوری طرح نجات نہیں پا سکا ہے اس لیے اس میں دیگر حیوانات کی طرح جبلتوں کا وجود بھی پایا جاتا ہے۔ اگرچہ ان کی تعداد حیوانوں کی بہ نسبت انسان میں کم ہے کیونکہ فطرت نے اسے عقل وفکر کی قوت سے بھی نوازا ہے جس نے ایک حد تک انسان کو ہدایت فطری کی اس شکل سے بے نیاز کر دیا ہے۔ لیکن فطری ہدایت کی ایک شکل جو سب سے اعلیٰ تر ہے وحی والہام کی صورت میں ظہور کرتی ہے۔ یہ قوت جبلت وجدان اور عقل وفکر سب سے بالاتر اور سب کی جامع ہے لیکن اس کا وجود عام نہیں ہے بلکہ چند مخصوص انسانوں تک محدود رہا ہے۔ انہی ممتاز ہستیوں کو ہم نبی یا رسول کہتے ہیں۔ فطرت جس طرح جبلت اور وجدان کے ذریعہ اپنے آپ کو منکشف کرتی ہے۔ اسی طرح عقل وفکر کو بھی اپنے انکشافات کا واسطہ بناتی ہے لیکن اس سے بھی بلند تر سطح پر فطرت کے انکشافات کا ایک ذریعہ وحی والہام ہے۔ یہ کوئی بیرونی یا خارجی قوت نہیں ہے جو ہماری صحیح جبلتوں، صحیح وجدانات یا عقل سلیم کے منافی ہو۔ بلکہ فطرت کی وہ اندرونی رہنمائی ہے جس میں جبلت، وجدان اور عقل ہم آغوش ہیں۔ اس بات کا ثبوت کہ وحی والہام درحقیقت فطرت کی رہنمائی کا ایک ترقی یافتہ طریقہ ہے اور جبلت، وجدان اور عقل جس کے ذریعہ حیوانات اور عام انسانوں کی رہنمائی کا کام سرانجام دیتی ہے۔ اسی ترقی یافتہ طریق ہدایت کی ادنیٰ اور معمولی صورتیں ہیں، قرآن کی ان آیات سے بھی ملتا ہے جن میں وحی کی اصطلاح بے جان اشیاء اور حیوانات کے فرائض کے سلسلہ میں استعمال کی گئی ہے۔ قرآن میں وحی کا لفظ صرف اس طریق ہدایت کے متعلق نہیں استعمال ہوا ہے جس کے ذریعہ فطرت انبیاء اور رسولوں کی تعلیم وتربیت کرتی ہے بلکہ عام انسانوں اور حیوانوں کو جس طرح فطرت اپنے رموز سے باخبر کرتی ہے اس کے لیے بھی یہی لفظ قرآن میں استعمال کیا گیا ہے مثلاً قرآن کہتا ہے: وان الشیاطین لیوحون اولیاءھم (شیطان اپنے دوستوں سے سرگوشیاں کرتے ہیں)، واذا اوحیت الی الحواریون ان آمنوابی وبرسولی (جب میں نے حواریوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ

مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائیں) فخرج علی قومہ من المحراب فاوحیٰ الیھم ان سبحوبکرۃ واصیلاً (وہ یعنی زکریا محراب سے نکل کر اپنی قوم سے مخاطب ہوا اور کہا کہ اللہ کی تسبیح صبح وشام کیا کرو) دفوحیٰ فی کل سماء امرھا (اور اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان کو اس کا حکم سنایا) واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتاً (اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو ہدایت کی کہ وہ پہاڑوں میں گھر بنائے) ان آیات میں ایک جگہ شیطانوں کی مخفی سرگوشیوں کے لیے وحی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ایک جگہ حواریوں کے دل میں خیال پیدا کرنے کو وحی کہا گیا ہے۔ ایک جگہ شہد کی مکھی کے وجدان کے لیے وحی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور ایک جگہ آسمان پر وحی کا ذکر ہے۔ غرضیکہ اس لفظ کے متفرق طور پر استعمال کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انبیائے کرام کا وحی والہام اسی قوت کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے جس کے ذریعہ خلاق قدرت حیوانات اور عام انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے البتہ ان اشکال کے مدارج میں بہت بڑا فرق ہے۔ جس طرح ماہرین فن اپنی اپنی ایجادات واختراعات میں فطرت کی اندرونی رہنمائی سے مستغنی نہیں ہو سکتے ہیں اور جب کسی شعبۂ فن میں اس کے ماہر کو کوئی نئی بات سوجھتی ہے تو وہ فطرت کی اندرونی ہدایت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اسی طرح انبیاء اور رسولوں نے ہادی فطرت سے جو تعلیمات اخذ کیے ہیں وہ بھی اسی اندرونی الہام کا نتیجہ ہیں۔ یہ سمجھنا صحیح نہ ہوگا کہ ان پر خارج سے کوئی قوت عمل کرتی ہے اس طرح سے جبلت ووجدان، عقل وفکر اور وحی والہام تینوں ایک ہی طریق ہدایت کی مختلف شکلیں ہیں جن میں سے ہر ایک بتدریج دوسری سے بہتر اور زیادہ کامل ہے۔ ارتقاء کا عالمگیر قانون اس شعبہ میں بھی اسی طرح کارفرما ہے جس طرح اور شعبہ ہائے حیات میں۔ لیکن علماء اور مفکرین اور ماہرین فنون پر جو انکشافات ہوتے ہیں ان سے صرف جزوی حقیقتیں ظاہر ہوتی ہیں یعنی ان اشخاص پر فطرت اور زندگی اپنے کسی مخصوص پہلو کا انکشاف کرتی ہے۔ لیکن کل حقیقت اپنے تمام پہلوؤں اور کامل صفات کے ساتھ صرف انہیں ہستیوں پر منکشف ہوتی ہے جنہیں فطرت اپنے مخصوص اغراض کے لیے نبی اور رسول کے منصب پر فائز کرتی ہے۔ اس لیے علماء، مفکرین اور ماہرین فن کا اتباع زندگی کے جزوی امور میں جائز اور درست ہو سکتا ہے۔ لیکن اجتماعی زندگی کی کلی ہدایات کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ذریعہ انبیاء کی تعلیم ہے جو عالم کی متضاد حقیقتوں کا بصورت کل اور بشکل وحدت ادراک کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ وحی والہام کا یہ سلسلہ کیوں ختم ہو گیا جس کے ذریعہ نہ صرف مذہب نے اپنی موجودہ صورت تک ترقی کی بلکہ ہر علم وفن میں ارتقاء کا آغاز ہوا۔ بالفاظ دیگر مذہب اور علوم وفنون کے دائرے میں فطرت نے اب راست ہدایت کا طریق کیوں ترک کر دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک انسان کے قوائے عقل میں نشو ونما نہیں ہوا تھا۔ اور اس کے آلات فکر ناقص اور غیر ترقی یافتہ تھے اس وقت تک فطرت اس کی راست ہدایت کرتی تھی۔ لیکن جب اس کی حسیات، اس کی عقل وفکر اور اس کے ذہن میں پختگی پیدا ہو گئی تو فطرت نے انسان کو آزاد چھوڑ دیا کہ اب وہ سابقہ وحی والہام

کی مدد اور اپنے ترقی یافتہ آلاتِ فکر کے ذریعہ اپنی اجتماعی فلاح و صلاح کا راستہ خود تلاش کرے۔ الیوم اکملت لکم دینکم کے معنی یہی ہیں کہ خالق فطرت کو انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے جو کچھ کرنا تھا وہ کرچکا۔ اس نے انسان کے اجتماعی سود و زیاں کا قانون اس پر واضح کر دیا۔ ترقی کی راہوں کی نشاندہی کردی۔ علوم و فنون کو ایک خاص منزل ترقی تک پہنچا دیا۔ اب انسان کو اس کی طرف سے کسی مزید ہدایت و رہنمائی کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ بلکہ جو کچھ اسے اب تک دیا گیا ہے اس کی روشنی میں اور اپنی عقل و فکر کی مدد سے آگے بڑھنا چاہیئے۔

اسلام اور مذاہب عالم

مصنفہ محمد مظہر الدین صدیقی

یہ اسلام اور دوسرے مذاہب کا تقابلی مطالعہ ہے جس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اسلام انسان کے مذہبی ارتقاء کی فیصلہ کن منزل ہے اور اس نے تمام مذاہب کے حقائق کو یکجا کرکے اپنی وحدت میں سمو لیا ہے۔

قیمت چار روپے آٹھ آنے۔

مآثر لاہور

مصنفہ سید ہاشمی فرید آبادی

یہ پاکستان کے ثقافتی مرکز لاہور کی قدیم تاریخ ہے جو دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصہ میں تاریخی حالات کے ساتھ قدیم لاہور کے والیوں کا تذکرہ ہے اور دوسرے حصے میں مشائخ، علماء، مصنفین اور شعراء کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ قیمت چھ روپے آٹھ آنے۔

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ۔ لاہور